تذکرۂ صحابہ کرام

عمر فاروق سعیدی

سیدنا مغیرہ بن شعبہؓ کا قبولِ اسلام

صلح حدیبیہ میں ان پر ایک طعن آمیز جملے کا پس منظر

مغیرہ بن شعبہ بن ابی عامر بن مسعود بن معتب بن مالک ثقفی آپ کا نامِ نامی تھا۔ طائف میں قبیلۂ بنی ثقیف کے جلیل القدر فرزند تھے اور غزوۂ خندق کے بعد مشرف بہ اسلام ہوئے۔ بڑے دانا، زیرک، معاملہ فہم، ذہین اور ہوشیار طبیعت کے مالک تھے۔ مسلمان ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت اور آپؐ کے قرب سے بہت فیض پایا۔ صلح حدیبیہ اور بیعتِ رضوان میں شریک تھے۔ طائف کا بت گرانے کے لیے بھیجی جانے والی جماعت میں آپ بھی شامل تھے۔ جنگِ یمامہ، یرموک اور قادسیہ میں شریک ہوئے اور بڑے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ فارسیوں کے قائد رستم سے گفتگو کے لئے حضرت سعد بن وقاصؓ نے ان ہی کو منتخب فرمایا تھا۔ ان کی زندگی کے حالات بڑے دلچسپ ہیں اور ان کے اسلام لانے کا واقعہ بھی بڑا عجیب ہے۔ امام ذہبیؒ نے علامہ واقدی کے حوالے سے لکھا ہے کہ

مغیرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ اپنے دین کفر پر ڈٹے ہوئے تھے۔ ہمارے لوگ لات بُت کے مجاور تھے۔ اسلام اور مسلمان دھیرے دھیرے اپنا دائرہ وسیع کررہے تھے مگر میں اسلام کے لئے کوئی نرم گوشہ نہیں رکھتا تھا۔ بلکہ میرا عزم تھا کہ اگر میری قوم مسلمان ہو بھی گئی تو میں کسی طرح مسلمان نہیں ہوں گا۔ ان حالات میں ہمارے قریبی خاندان بنو مالک کے چند لوگوں نے خیر سگالی کے طور پر مصر کے بادشاہ مقوقس کے ہاں جانے کا پروگرام بنایا۔ میں نے بھی ان کے ساتھ جانے کا عزم کرلیا۔ بادشاہ کے لئے عمدہ عمدہ تحائف جمع کئے گئے۔ میں نے اپنے چچا عروہ بن مسعود سے مشورہ کیا تو اُس نے میری تائید نہیں کی اور کہا کہ اس وفد میں تمہارے گھرانے کا کوئی فرد شریک نہیں ہے، اس لئے تمہارا جانا بھی مناسب نہیں ہے۔ مگر میں نے اس کا یہ مشورہ قبول نہ کیا اور سفر کی تیاری کرلی۔ اس وفد میں میرے علاوہ ہمارے قبیلے کی

شاخ بنو مالک کے لوگ بھی تھے۔ [خیال رہے کہ یہ عروہ بن مسعود وہی ہے جو صلح حدیبیہ میں اہل مکہ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کے پاس نمائندہ بن کر آیا تھا اور رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کی تھی۔]

کہتے ہیں کہ الغرض ہمارا یہ وفد روانہ ہوگیا اور اسکندریہ جا پہنچا اور اتفاق سے شاہِ مصر مقوقس بھی اس موقع پر ساحلِ سمندر پر اپنی ایک مجلس برپا کیے ہوئے تھا۔ میں ایک کشتی پر سوار ہوکر ان لوگوں کے سامنے جا پہنچا۔ مقوقس نے مجھے دیکھا اور اجنبی محسوس کیا تو معلوم کروایا کہ یہ کون شخص ہے؟ میں نے اپنا تعارف اور اپنی آمد کا مقصد بتایا تو اُس نے حکم دیا کہ ان لوگوں کو گرجا گھر میں ٹھہرایا جائے اور خاطر تواضع کی جائے۔

پھر ہمیں باریابی کا موقعہ دیا اور ملاقات کے لئے بلایا گیا۔ ہمارے وفد کا سردار بنو مالک میں سے تھا۔ بادشاہ نے سردار کو اپنے پاس بٹھایا اور ہمارے متعلق بھی معلومات حاصل کیں، کہ آیا یہ لوگ تمہارے قبیلہ بنی مالک ہی سے ہیں؟ اس نے کہا کہ ہاں میرے ہی قبیلے کے ہیں سوائے اس مغیرہ بن شعبہ کے۔ چنانچہ مجھے اس موقع پر کوئی اہمیت نہ ملی۔ بادشاہ اپنے تحائف پاکر بہت خوش ہوا اور پھر اس نے بھی بدلے میں ان لوگوں کو انعام واکرام سے نوازا، مگر مجھے بہت معمولی تحفہ دیا گیا۔ ہم دربار سے نکلے تو سب لوگ بہت خوش تھے اور پھر وہ اس علاقے سے اپنے اہل وعیال کے لئے تحفے تحائف خریدنے لگے اور ان میں سے کسی نے میری کوئی دل داری نہ کی اور مجھے کچھ نہ دیا۔

بالآخر ہماری واپسی شروع ہوئی۔ ان لوگوں نے اپنے مال میں شراب بھی خریدی تھی جو وہ راستے میں پیتے پلاتے رہے۔ مگر میں اپنے دل میں بڑے پیچ وتاب کھاتا تھا، اور آنے والی صورتِ حال سے کسی طرح بھی مطمئن نہ تھا کہ یہ لوگ قبیلے میں جاکر اپنی بڑائی کا اظہار کریں گے کہ ہمارا اس طرح اکرام ہوا اور یہ یہ انعام واعزاز ملا اور ان کے مقابلے میں میری ناقدری ہوئی۔ چنانچہ میں نے اپنے دل میں یہ ٹھان لی کہ ان کا کام ہی تمام کردوں گا۔ پھر ایک منزل پر پڑاؤ ہوا، سب لوگ کھانے پینے کے بعد شراب پینے کی تیاری کرنے لگے تو میں نے ظاہر یہ کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں اور بیمار ہوں۔ سر میں درد کا بہانہ بنا کر میں نے اپنے سر پر سخت کرکے کپڑا لپیٹ لیا اور کہا کہ میں شراب نہیں پیوں گا، البتہ تمہیں پلاتا ہوں۔ پھر میں اُنہیں

شراب پلانے لگا اور اس میں کوئی پانی وغیرہ نہ ملایا بلکہ خالص شراب پلائی۔ میں پیالے پر پیالہ اُنڈیلنے لگا۔ وہ پیتے جاتے اور بے سدھ سوتے جاتے تھے۔ اُنہیں جب کوئی ہوش نہ رہی تو میں اُٹھا اور ان سب کو قتل کر دیا اور جو اُن کے پاس تھا، سب سمیٹ لیا۔

پھر اپنے وطن جانے کی بجائے مدینہ منورہ میں محمد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ میں نے دیکھا کہ آپؐ مسجد میں ہیں اور میرا لباس مسافرانہ تھا۔ میں نے آپ کو اسلام کا سلام پیش کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے مجھے پہچان لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تعریف اس اللہ کی جس نے تجھے راہِ ہدایت سجھائی۔ ابوبکرؓ نے پوچھا: کیا تم مصر سے آرہے ہو؟ میں نے کہا: ہاں۔ اُنہوں نے پوچھا: تمہارے ساتھی بنی مالک والوں کا کیا ہوا؟ ☆ میں نے بتایا کہ میں نے ان سب کو قتل کر دیا ہے، اور ان کا مالِ متاع لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوگیا ہوں تاکہ آپ اس میں سے خُمس لے لیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تیرا اسلام ہم قبول کرتے ہیں، مگر ان کے مالوں میں سے میں کچھ نہ لوں گا، یہ سراسر دھوکہ ہے اور دھوکے میں کوئی خیر نہیں ہوسکتی۔''

مغیرہؓ کہتے ہیں کہ اس بات سے مجھے قریب و دور کے ہر طرح کے غم و افسوس نے آلیا۔ تب میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے اُنہیں اس حالت میں قتل کیا ہے جب کہ میں اپنی قوم کے دینِ کفر پر تھا، اس کے بعد ہی میں اسلام لایا ہوں اور ابھی آپؐ کے پاس حاضر ہو رہا ہوں۔ تو آپؐ نے فرمایا: «فإن الإسلام يهدم ما كان قبله»

''بلاشبہ اسلام، جو کچھ پہلے ہوچکا ہو اسے ختم کر دیتا ہے۔'' (صحیح مسلم: ۱۲۱)

یہ لوگ جنہیں اس نے قتل کیا، تعداد میں تیرہ افراد تھے۔ پھر ان کی خبر اہل طائف میں ان کی قوم کو بھی پہنچ گئی۔ مقتولین کے ورثا مغیرہؓ کے قبیلے پر چڑھ دوڑے، قتل و قتال ہونے کو تھا کہ ان کے چچا عروہ بن مسعود نے ان کی دیت اپنے ذمے لے لی، اس طرح یہ جنگ ٹلی اور صلح ہوسکی۔

یہی وہ واقعہ ہے کہ حدیبیہ کے موقع پر صلح کی گفتگو میں جب عروہ رسول اللہ ﷺ سے بات چیت کر رہا تھا، اور اس دوران آپ کو ملائمت پر آمادہ کرنے کے لئے دستورِ عرب کے مطابق آپ علیہ السلام کی داڑھی کی طرف ہاتھ بڑھاتا تھا تو مغیرہؓ جو اس وقت رسول اللہ ﷺ

☆ معلوم ہوا کہ مسلمان اردگرد کی خبروں اور حالات سے بخوبی آگاہ اور چوکنے رہتے تھے۔

کے سر پر خود پہنے مسلح کھڑے تھے، اور چہرہ ڈھانپا ہوا تھا تو مغیرہ نے اس سے کہا تھا: پرے کر اپنا یہ ہاتھ، کہیں یہ تیری طرف واپس ہی نہ جائے۔ اور اپنی تلوار کے دستے کا اسے ٹھوکا بھی لگایا۔ تو عروہ نے پوچھا: محمد ﷺ! یہ کون ہے؟ بڑا بد خلق اور سخت مزاج ہے۔ آپؐ نے فرمایا: یہ تیرا چچا زاد ہی تو ہے، مغیرہ بن شعبہ۔ تب اس نے کہا:

''أي غُدر! ألستُ أسعٰی في غدرتك'' (صحیح بخاری:۲۷۳۴)

''اے دھوکے باز! کیا میں اب تک تیرے دھوکے کے سلسلے میں کوشش نہیں کرتا رہا ہوں۔''

اور مسند احمد کے الفاظ ہیں: ''أي عدو الله! ما غسلتُ عني سوء تك إلا بالأمس'' ''اے اللہ کے دشمن! تیری گندگی میں نے اپنے آپ سے کل ہی دھوئی ہے۔''

(تاریخ الاسلام از امام ذہبی: جلد۴/ص ۱۱۸ و مابعد)

اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے فیصلے بڑے عجیب ہیں کہ یہ مغیرہ حالتِ کفر میں اتنے ہٹ دھرم کہ کسی طرح اسلام قبول کرنے کے لئے راضی ہی نہیں ہو رہے تھے۔ مگر مزاج کی انفرادیت اور حالات نے اُنہیں دربارِ رسالت میں پہنچا کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے 'رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ' کی خلعتِ فاخرہ سے بہرہ ور فرما دیا۔

* یہی وہ جلیل القدر صحابی ہیں جو اس حدیث کے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز سے سلام پھیرنے کے بعد «لا إله الا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد وهو علىٰ كل شئ قدير، اللهم لا مانع لما أعطيت ولا معطي لما منعت ولا ينفع ذا الجد منك الجد» پڑھا کرتے تھے۔
* جرابوں پر مسح کرنے کی حدیث کے بھی یہی راوی ہیں۔
* فتح قادسیہ میں ایرانیوں کے سپہ سالار رستم سے گفتگو کرنے کے لئے اُنہیں ہی بھیجا گیا تھا اور پھر اُنہوں نے بڑی جرأت مندانہ گفتگو کی تھی۔
* اور یہی وہ صحابی ہیں جن کی مونچھیں قدرے بڑھی ہوئی تھیں تو رسول اللہ ﷺ نے مسواک کے ساتھ برابر کر کے زائد کاٹ دی تھیں۔
* مسند احمد میں ان سے تقریباً ۱۱۸/ احادیث روایت کی گئی ہیں۔